اُس میں چمک زیادہ پیدا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ہائڈروجن اگر بالکل فنا ہو جائے تو ستارہ سکڑنے لگیگا۔ اور کثیف ہو جانے کی وجہ سے اُس کی روشنی کم ہو جائیگی۔

پس یہی حال آفتاب کا ہے۔ اُس کی ہائڈروجن ہیلیم میں تبدیل ہو رہی ہے جس کے باعث حرارت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ (خلاصہ از المقتطف)

# سطح مشتری پر سُرخ داغ کا راز

جو سیّارے نظام شمسی کے تابع ہیں مشتری اُن میں سب سے بڑا سیارہ ہے۔ عربی میں اس نام کی وجہ یہ ہے کہ گویا اس نے اپنے لیے حُسن کو خریدا ہے۔ مغربی زبانوں میں اس کو جوپیٹر (Jupiter) کہتے ہیں جو اہل روم کے ایک بڑے معبود کا بھی نام ہے۔ اس مقالہ میں مشتری کی عام حیثیت پر روشنی ڈالنی مقصود نہیں ہے، بلکہ جو سُرخ داغ اُس کی سطح پر پایا گیا ہے، اس کے متعلق کچھ گفتگو کرنی ہے۔

فلکیات کے عالم مسٹر موریل (Morrell) نے لندن کے اخبار "Illustrated London Times" میں اس موضوع پر ایک مفید مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ ہم ذیل میں مصر کے مشہور رسالہ المقتطف کی وساطت سے اُس کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔ موصوف فرماتے ہیں:۔

"مشتری کا کرہ چٹانوں اور معدنی اشیاء سے مرکب ہے، جس کا قطر چوالیس ہزار میل ہے۔ اس کو برف کا ایک کثیف طبقہ گھیرے ہوئے ہے جس کی دبازت سولہ ہزار میل ہے، اس کے بعد ایک بہت زیادہ دھندلا طبقہ فضائی ہے، جس کا عمق چھ ہزار میل ہے، رہا سُرخ داغ، اس کا طول تقریبًا تیس ہزار میل اور عرض تقریبًا سات ہزار میل ہے۔ یعنی اُس کا رقبہ زمین کے تمام برہائے اعظم کے برابر ہے (یہ داغ ایک زبردست حادثہ کی یادگار ہے جو مشتری کو اب سے دو تین سو برس پہلے پیش آچکا ہے) اس موقع پر ہمارے لیے یہ خیال ناگزیر ہے کہ اگر کسی قسم کا کوئی حادثہ زمین کو پیش آگیا تو یقینًا اُس

میں بھی ایک ایسا ہی داغ پیدا ہو جائیگا۔

علماء فلکیات کہتے ہیں کہ ایک وقت تھا جبکہ مشتری میں کوئی داغ نہیں پایا جاتا تھا، سب سے پہلے ۱۹۔ مارچ ۱۶۶۴ء کو مشہور فلکی عالم مسٹر ہوک جو نیوٹن کا ہم عصر تھا، اس نے اس داغ کا مشاہدہ کیا اس کے بعد علماء نے اپنی توجہات کو اس داغ کی حقیقت معلوم کرنے پر مرکوز کر دیا، تحقیق و اکتشاف سے دریافت یہ ہوا کہ یہ داغ مشتری کی سطح پر کسی مقررہ مقام پر نہیں ہے، بلکہ وہ اُن بادلوں اور طوفانی موجوں کے منطقوں کی بہ نسبت جو اس سیّارہ کی سطح پر پائے جاتے ہیں۔ ایک مختلف سرعت کے ساتھ چلتا ہے اور وہ اس پر تیر رہا ہے۔ پھر ان علماء نے دیکھا کہ مشتری کی سطح پر آبی بخارات کے جو منطقے پائے جاتے ہیں اُن میں سے ایک منطقہ جس کو South Tropical disturbance کہتے ہیں وہ اس سُرخ داغ کے سامنے سے سولہ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گزر جاتا ہے اور اس سے داغ کی ہیئت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یہ دیکھ کر علماء کو خیال پیدا ہوا کہ داغ کا مادہ ضرور ایسے عجیب خواص کے ساتھ متصف ہے جن کی وجہ سے وہ اب تک محفوظ چلا آ رہا ہے۔

چند سال قبل خیال یہ تھا کہ یہ داغ دراصل مشتری کی سطح پر ایک بر اعظم ہے اور گویا وہ ایک سخت اور ٹھوس جزیرہ ہے، جو ایک ایسے منطقہ میں جس کا نصف پگھلا ہوا ہے، تیر رہا ہے، مگر بعد میں اس خیال کو رد کر دیا گیا۔ ریاضی حسابات جو مشتری کو گھیرنے والے طبقہ تاریک کی حرارت کی پہچان پر قائم ہیں اُنھوں نے علماء کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا ہے کہ مشتری کا اندرونی حصہ ٹھوس ہے اور کثیف مادوں سے بنا ہے اور اُس کو برف کا ایک غلاف محیط ہے جس کا عمق سولہ ہزار میل ہے پھر اس غلاف کو ایک تاریک فضا محیط ہے جسکی گہرائی چھ ہزار میل ہے۔ اور یہ بالکل ایک طبعی بات ہے کہ اس عظیم الشان عمق رکھنے والی فضا میں جو طبقات نیچے ہونگے وہ اوپر سے شدید دباؤ پڑنے کی وجہ سے سخت کثافت والے ہونگے۔ پھر جب سخت سردی اور شدید دباؤ دونوں کا اجتماع ہو جائیگا تو بعض گیس ہیڈروجن کی طرح بہہ جائینگے، اور بعض جمے

رہینگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ منجمد عناصر پر بہنے والے عناصر تیرتے ہوئے معلوم ہونگے۔ اور یہی وہ اضطراب دائمی ہے جس کی وجہ سے بعضوں نے کہا ہے کہ مشتری ہمیشہ دردزہ کی سی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ اس بیان سے مشتری پر جو اور تغیرات ہوتے رہتے ہیں اُن کی توجیہ ہو جاتی ہے۔ مگر سُرخ داغ کا راز اس توضیح سے بھی منکشف نہیں ہوتا اس داغ کو طبقۂ برف میں جس کا عمق صرف ۱۶ ہزار میل ہے ایک شگاف بھی نہیں مانا جا سکتا۔ پھر اس کا ۴۷ برس کی مدت تک اسی طرح محفوظ رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کوئی فضائی اضطراب بھی نہیں ہے۔

ان تمام چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسٹر موریل نے کہا ہے کہ مشتری کا یہ داغ دراصل نتیجہ ہے مشتری اور کسی دمدار سیارہ میں تصادم کے واقع ہو جانے کا۔ یا ممکن ہے وہ چھوٹے چھوٹے ستارے (Asteroids) جو مشتری سے قریب ہیں۔ اُن میں سے کسی ایک ستارہ میں اور مشتری میں غایت قرب کی وجہ سے تصادم ہو گیا ہو، اور وہ متصادم ستارہ ٹوٹ کر مشتری کی سطح پر گر گیا ہو۔ داغ کا رقبہ اور اُس کا عدم تغیر یہ دونوں باتیں بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔

موریل کے نزدیک یہ دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ اور اس احتمال کو اس سے اور تقویت ہوتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے ستارے فلک مریخ اور فلک مشتری کے درمیان واقع ہیں، اور اُن میں اکثر کے لیے الگ الگ فلک ہیں یہاں یہ ذکر کرنا بے موقع نہیں ہوگا کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ مشتری کے چار چھوٹے چھوٹے قمر زمین کے قمر یا خود مشتری کے دوسرے قمروں کی طرح پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ یہ قمر چھوٹے چھوٹے ستارے تھے جو مشتری سے قریب ہو کر اُس کے گرد گھومنے لگے۔ ان کے علاوہ ۱۶۰ میل قطر کا ایک چھوٹا سا قمر جو مشتری سے صرف ۶۸ ہزار میل کے فاصلہ پر اُس کے گرد گردش کرتا ہے، بہت ممکن ہے زحل کے بعض قمروں کی طرح ٹوٹ گیا ہو جس کی وجہ سے سطح مشتری پر حلقے پیدا ہو گئے۔ یا خود مشتری نے اُسے کھینچ لیا ہو اور اُس نے ایک سُرخ داغ کی شکل اختیار کر لی ہو۔

# تنقید و تبصرہ

**فاتحہ تفسیر نظام القرآن و تاویل الفرقان بالقرآن** :۔ مصنفہ مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۶۳۔ کتابت طباعت عمدہ، کاغذ چکنا اور سفید قیمت درج نہیں۔ ملنے کا پتہ:۔ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر ضلع اعظم گڈھ۔

مولانا حمید الدین الفراہیؒ ہمارے عہد کے نامور علماء میں سے تھے۔ آپ کا ذوقِ قرآن فہمی دولتِ خداداد تھا۔ کم وبیش بیس سال تک قرآن مجید کے حقائق و مطالب پر غور و فکر کرنے کے بعد آپ نے ایک نئے انداز کی تفسیر "تفسیر نظام القرآن" کے نام سے لکھنی شروع کی تھی جس کے بعض اجزاء رسالوں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اب دائرۂ حمیدیہ کی طرف سے جو مولانا کی تصنیفات کو شائع کرنے اور اُن کا عربی سے اُردو میں ترجمہ کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کا مقدمہ "فاتحہ تفسیر نظام القرآن" کے نام سے اصل عربی میں شائع ہوا ہے۔ مولانا نے اس مقدمہ میں تفسیر قرآن سے متعلق سترہ مقدمات بیان کیے ہیں جن میں شانِ نزول، قرآنِ مجید کے مأخذ خبریہ، مأخذ لسانیہ، کیفیتِ نزول، تاویل القرآن بالحدیث تعیین خطاب، نسبۃ القرآن الی الکتب السابقہ وغیرہا ایسے اہم مسائل پر دقیق و دلچسپ بحث کی ہے۔ قرآن مجید کے ساتھ آپ قدیم کتب الٰہیہ کے بڑے اچھے عالم تھے۔ اس لیے قرآن مجید میں جن اقوام و ملل کا ذکر آیا ہے آپ قرآن مجید کی روشنی میں اُن اقوام کی تاریخ پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں اور علماء یہود و نصاریٰ کی طرف سے اسلام پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں آپ نے اُن کے محققانہ جوابات دیے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب کے مقدمہ نمبر ۸ میں لکھتے ہیں:۔

"انبیاء سابقین پر جو کتابیں نازل ہوئیں ہم کو چاہیے کہ اُن سب سے واقفیت حاصل کریں تاکہ

اُنکے بالمقابل قرآنِ مجید کی عظمت و بزرگی معلوم ہو'

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں.

"اصل تفسیر نے اسرائیلیات سے بہت زیادہ کام لیا ہے مگر انھوں نے کتب مقدسہ کو ترک کردیا.

امام ابن تیمیہؒ کی طرح صرف چند علماء ہیں جنھوں نے اس طرف توجہ کی ہے۔

مولانا کی تفسیر کا وصف خصوصی یہ ہے کہ اس میں عربی زبان کے طرق استعمال کے پیش نظر آیات کے مطالب کی توضیح کے ساتھ رموز وحکم بھی ہوتے ہیں اور عبرت و موعظت بھی۔ پھر بڑی بات یہ ہے کہ آپ نے قرآنِ مجید کی تفسیر خود قرآن مجید سے کرنے کی اور آیات کا باہمی ربط دکھانے کی کوشش کی ہے۔

یہ رسالہ اُن علماء کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے جو قرآن مجید کے حقائق وغوامض پر غور کرنے کا ذوق رکھتے ہیں۔

**تفسیر سورۂ والتین** :- تالیف مولانا حمیدالدین فراہیؒ ترجمہ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی سائز ۲۰×۳۰/۸ طباعت کتابت عمدہ. صفحات ۷۰ قیمت ۸؍ ملنے کا پتہ :- دفتر دائرۂ حمیدیہ سرائے میر اعظم گڈھ

مولانا حمیدالدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان میں قرآن مجید کی جو تفسیر لکھنی شروع کی تھی۔ زیر تبصرہ رسالہ اُس کا ایک جزء ہے جو صرف سورۂ والتین کی تفسیر سے متعلق ہے. مولانا نے اس میں پہلے سورۃ کے نفس مضمون اور نظم پر اجمالی نظر ڈالی ہے۔ پھر الفاظ کی شرح اور جملوں کی تاویل کی ہے "طور سینین اور بلد امین" کی شہادت جزا پر" اس عنوان سے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے خوب لکھا ہے. اس کے بعد توریت سے ایک نظیر پیش کی ہے جو سورۂ والتین کے ابتدائی حصہ سے بالکل ملتی جلتی ہے اور مقام سعیرؔ کی تحقیق کی ہے پھر نظم و بیان کی روشنی میں نظائر کو جانچا اور اُن کا باہمی موازنہ کیا ہے. غرض کہ مولانا کی تفسیر کا انداز خاص اس رسالہ میں بھی پوری طرح جلوہ گر ہے۔ ترجمہ سلیس و رواں۔ اور شگفتہ و سہل ہے۔ علماء طلباء اور عام مسلمان ہر ایک کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ دائرہ حمیدیہ کی یہ کوشش ہر طرح لائق تحسین و ستائش ہے